پاک و ہند میں علم حدیث ایک مختصر جائزہ!

حضرت مولانا محمد انور بدخشانی
استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

اگرچہ ہندوستان میں دین اسلام نے ساتویں صدی ہجری(۱) (قطب الدین ایبک کے دورِحکومت) میں قدم رکھا، لیکن اس کے باوجود جتنی تیزی سے دین اسلام اور خصوصاً علم حدیث کو یہاں ترقی وترویج ملی، شاید ہی (حرمین کے سوا) کسی اور ملک میں علم حدیث کو یہ ترقی وترویج نصیب ہوئی ہو۔

اس کے برعکس بخارا وسمرقند میں حضرت عثمان غنیؓ کے دورِخلافت میں اسلامی علوم پہنچے، اور تقریباً تیرہویں صدی ہجری تک درس وتدریس کا سلسلہ وہاں جاری رہا، لیکن ۲۵۰ھ میں جب امام بخاریؒ کو بمع علم حدیث کے بخارا سے نکال دیا گیا تو اس کے بعد سے آج تک وہاں علم حدیث کا وہ مقام نہیں بن سکا جو اس کے شایانِ شان تھا۔ اصحابِ صحاحِ ستہ کے اسی علاقہ سے تعلق رکھنے کے باوجود آج تک وہاں کے اساطینِ علم نے شرح حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، اصول حدیث، سیرت وتاریخ پر کوئی کتاب نہیں لکھی، بلکہ وہاں کی دو معروف زبانوں (فارسی اور ازبکی) میں کسی عالم کو ایک آیت کا ترجمہ یا ایک حدیث کی تشریح کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ البتہ فقہ اور اصول فقہ میں جو ممتاز مقام ان علاقوں کے علماء کو حاصل ہے، وہ اوروں کو میسر نہیں۔

اس کے مقابلے میں برصغیر پاک وہند کو لیجئے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے (بخاری النسل ہونے کے باوجود) سب سے پہلے ''مشکوۃ المصابیح'' کی عربی شرح لکھی، جس کا نام ''اللمعات'' رکھا اور اسی کے ساتھ ساتھ اس وقت کی مروجہ سرکاری زبان (فارسی) کی مناسبت

سے فارسی میں دوسری شرح لکھی، جس کا نام ''أشعة اللمعات'' رکھا۔

پھران کے صاحبزادے شیخ نورالحقؒ نے ''تیسیر القاری شرح صحیح البخاری'' کے نام سے بخاری کی فارسی میں شرح لکھی۔ اوران کی اولاد میں چوتھی پشت کے پوتے شیخ الاسلامؒ نے بھی ایک شرح قلم بند کی جو مذکورہ شرح کے حاشیہ پر ہی مطبوع ہے، چنانچہ حدیث کی درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتألیف کا یہ سلسلہ بھی چل پڑا، یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سفر حرمین سے واپسی کے بعد ''مؤطا امام مالک'' کو ''أم الصحیحین'' قرار دے کر اس کی دو شرحیں لکھ ڈالیں، جن میں سے ایک شرح عربی میں ''المسوی من أحادیث المؤطا'' کے نام سے اور دوسری فارسی میں ''المصفی من أحادیث الموطأ'' کے نام سے معروف ہے اوران دونوں شروحات میں احادیث کو فقہی انداز سے مرتب کیا۔

اس کے بعد ''از ہرالہند'' دارالعلوم دیوبند کی باری آئی، اوراکابر دیوبند نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے دارالعلوم کی بنیاد رکھی، (یہ سایہ حقیقت میں رحمت الٰہی کا تھا) ان بزرگوں نے حدیث اورعلوم حدیث سے لوگوں کی غفلت اور بے پروائی دیکھ کر سب سے زیادہ اہمیت اورتوجہ علم حدیث کو دی، چنانچہ نصاب ومنہج درسی میں ان علوم حدیث کو اوراس امر کو مدنظر رکھا کہ حدیث نبوی کا سمجھنا آسان ہو جائے، یعنی علومِ مبادی حدیث (صرف، نحو، بلاغت، لغت، فقہ، اصول فقہ، کلام ومنطق) کو پہلے درجہ میں رکھا، تاکہ طالب علم کا ذہن اوراس کا تجربہ دونوں میں نکھار پیدا ہو جائے، اس کے بعد فراغت سے ایک سال قبل ''مشکوٰۃ شریف'' کو رکھا اور آخری سال میں صحاح ستہ کو رکھا۔ حدیث کو آخر میں رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہاں کے لوگ فقہ کے عادی اوراسی کی درس وتدریس سے زیادہ واقف تھے، اچانک ان کو حدیث کی طرف لانا آسان نہ تھا۔

یہیں سے علماء دیوبند نے حدیث کی خدمت شروع کر کے عربی اوراردو میں صحاح ستہ، مشکوٰۃ اورموطأ امام مالک کی سینکڑوں شروح اورحواشی لکھ ڈالے۔ یوں صرف علمائے ہند کی حدیثی تصانیف وشروح سے قلیل مدت میں ہی ایک مستقل کتب خانہ وجود میں آ گیا۔

حوالہ

۱- پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت از مولانا مناظر احسن گیلانی، ص: ۱۱۲۔